انتخاب :- ح ۱۰ ف

حاصلِ مطالعہ

ابن الغنم | (حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو) عیاض بن غنم عاملِ مصر کی نسبت شکایت پہنچی۔ کہ وہ باریک کپڑے پہنتے ہیں اور ان کے دروازہ پر دربان مقرر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ رض کو تحقیقات پر مامور کیا۔ محمد بن مسلمہ نے مصر پہنچ کر دیکھا تو واقعی دروازے پر دربان تھا۔ اور عیاض باریک کپڑے پہنے تھے۔ اسی ہیئت اور لباس ساتھ لے کر مدینہ آئے۔ حضرت عمر رض نے ان کا باریک لباس اتروا دیا اور بالوں کا کرتہ پہنا کر جنگل میں بکریاں چرانے کا حکم دیا۔ عیاض کو انکار کی مجال نہ تھی۔ مگر بار بار کہتے تھے کہ اس سے تو مر جانا بہتر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ یہ تمہارا آبائی پیشہ ہے اس میں عار کیوں ہے؟

شاہ معین الدین احمد ندوی خلفائے راشدین صـ ۱۳۲

سائنس اور مذہب کی حدود | الحاصل جب سائنس کا سارا زور مشاہدات اور محسوسات پر ختم ہو جاتا ہے تو خود اندازہ کرو کہ جن سوالات پر مذہب کی بنیاد قائم ہے۔ مثلاً عالم کا نقطۂ آغاز کیا ہے۔ جیسا کہ ہکسلے نے کہا تھا کہ سائنس کا قدم آغازِ اشیاء کی جانب چند قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ تو پھر آخری نقطہ تک اس کی رسائی کیوں کر ہو سکتی ہے۔ پس سچ یہ ہے کہ سائنس جہاں اپنی تحقیقات ختم کر دیتی ہے مذہب وہیں سے اپنا درس شروع کرتا ہے۔ سائنس صرف عالم شہادت (عالم محسوس کے چند واقعات محسوسہ کو کلیات کی شکل میں پیش کر کے اپنے بازو ڈال دیتی ہے۔ محسوسات کے آگے قدم رکھتے ہی اس پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے۔ وہ کچھ نہیں کہہ سکتی کہ آگے کیا ہے؟ اور مذہب انسان کا یہیں سے ہاتھ پکڑتا ہے۔ اور غیب (عالم غیر محسوس) کے سارے اسرار کو اس کے سامنے بے نقاب کرتا چلا جاتا ہے۔ سائنس کچھ نہیں بتا سکتی کہ دنیا کی ابتدا کیونکر ہوئی؟ مذہب آتا ہے اور اس حقیقت سے پردہ اٹھاتا ہے۔ انسان مرنے کے بعد کہاں جاتا ہے؟ اور اس پر کیا گذرتی ہے۔ سائنس اس کے جواب سے قاصر ہے اور مذہب اس کی تفصیل پیش کرتا ہے دنیا کا آخری انجام کیا ہوگا؟ سائنس متحیر ہے۔ کہ اس کا کیا جواب دے۔ مذہب آتا ہے اور اس حیرت کو مٹا دیتا ہے۔

(مولانا مناظر احسن گیلانی۔ الدین القیم صـ ۲۶)

بصد خون برابر است | ایک دفعہ دربار جہانگیری میں امیر الامراء کا یہ شعر پڑھا گیا ؎

بگذر مسیح از سرِ ما کشتگانِ عشق　　یک زندہ کردن تو بصد خوں برابر است

جہانگیر کے اشارے پر سب نے اس پر غزلیں لکھیں۔ جہانگیر نے ملا احمد مہرکن کا شعر پسند کیا۔ چنانچہ یہ تمام واقعہ خود تزک میں لکھا ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔

"بتقریب ایں بیت امیرالامرا خواندہ شد ع بگذر مسیح از سرِ ما کشتگانِ عشق

چوں طبع من موزوں است گاہے باختیار و گاہے بے اختیار مصرعے و رباعی یا بیتے در خاطرم سر میزند ایں بیت بر زبان گذشت۔

از من متاب رخ کہ بے تو نیم یک نفس　　یک دل شکستن تو بصد خوں برابر است

چوں خواندہ شد ہر کس کہ طبع نظم داشت دریں زمین بیتے گفتہ گزرانید۔ علی احمد مہرکن کہ احوال او پیش ازیں گذشت بدیہۃً گفتہ بود۔

اے محتسب زگریہ پیرِ مغاں بترس　　یک خم شکستن تو بصد خون برابر است

مولانا شبلی نعمانی۔ شعر العجم ج ۳۔ ص ۱

راقم نے بھی اس شعر پر تک بندی کی ہے بطور ادبی لطیفہ کے یہاں نقل کرنا بے جا نہ ہوگا۔ ؎

گلچیں بترس زِ آہِ عندلیب ناتواں　　یک گل شکستن تو بصد خوں برابر است

اسلام اور قرآن | اسلام علیم و خبیر اور سمیع و بصیر رب العلمین جل ذکرہ کی طرف سے نازل کردہ دین ہے۔ چند حکماء و عقلاء کی ذہنی ادراک کا نتیجہ نہیں۔ نہ قانون ساز اداروں یا قوم کے چند نمائندوں کی دماغی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔ یہ اس علیم و خبیر کی قدرت کاملہ اور رحمت شاملہ کا ظہور ہے۔ جو ہر دور ہر زمانہ ہر قوم اور ہر ملک کے انسانوں کا خالق ہے جو پوری انسانیت کی حقیقی امراض سے باخبر اس کی واقعی ضروریات سے واقف اور اس کی دقیق نفسیات کا رازداں ہے۔

قرآن اگرچہ جدید اصطلاح میں دستور یا قانون کی کتاب نہیں ہے۔ جسے عنوانات پر مرتب کیا گیا ہو۔ لیکن اس میں انسانیت کے تمام ہمہ گیر مسائل کی طرف اصولی اشارات دئے گئے ہیں۔ جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت مبارکہ اور سیرت طیبہ میں متشکل ہو کر سامنے آئے ہیں۔ خلافتِ راشدہ کی تشریحات اور فقہا امت کی تنقیحات کے بعد وہ ایسا کامل و مکمل دستور ہے۔ کہ دنیا کا کوئی دستور نہ اس کی ہمسری کر سکا ہے نہ کر سکے گا۔ سید محمد یوسف بنوریؒ۔ بیّنات

دو ٹوک فیصلہ | آج ہمیں دو ٹوک فیصلہ کر لینا چاہئے۔ اگر ہمیں ایک باحمیت باغیرت باضمیر اور بامقصد قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا ہے۔ ملک کو داخلی سازشوں اور استعماری یورشوں سے بچانا ہے۔ تو ہمیں نئے عزم نئے یقین پورے اخلاص و ایمانداری سے اسلام قبول کرنا اور اسے زندگی کے تمام شعبوں میں نافذ کرنے کا نئے سرے سے عہد کرنا ہوگا۔ ورنہ اگر ہماری بدعملی نفاق و رزی اور سیاست کا رنگ ڈھنگ یہی رہا تو ہمیں اس سے

بھی زیادہ خطرات پیش آسکتے ہیں (حوالہ بالا)

حاصل ہر سعی | ہم طلب و کوشش کے مکلف ہیں۔ وصول کے نہیں۔ اس لئے سالک کے لئے ہمت کرکے کوشش کرلینا ہی کافی ہے۔ اس راستے میں ہر قدم راہ بھی ہے اور منزل بھی۔ ذریعہ بھی ہے اور مقصد بھی۔ یعنی اپنی ہمت وکوشش سے رضائے الٰہی کی جستجو میں لگا رہے۔ اور اس راستے میں جتنی گھاٹیاں آئیں گی۔ وہ وصول کا ہی حکم رکھیں گی۔ کیونکہ سالک کا کام صرف محنت اور جستجو ہے۔ حضرت والا (سید سلیمان ندویؒ) فرماتے ہیں۔

جد وجہد دہر میں ہے ذوقِ شوق و لطفِ دید عاصل ہر سعی میری سعی لاحاصل میں ہے
منزلِ مقصود ہے راہِ طلب کا ہر قدم وہ سر منزل ہے جو اب تک رہِ منزل میں ہے

مولانا محمد اشرف خان صاحب سلوکِ سلیمانی صہ ۱۴۶

نئے دور کا چیلنج اور اسلام | یہاں ہم اتنا مزید عرض کئے دیتے ہیں کہ اس وقت مادیت اور ظاہر پرستی کے چیلنج کو صرف اسلام ہی قبول کرسکتا ہے۔ جس میں طلب معاش، حصول رزق اور کسب حلال کی گنجائش تو ہے۔ مگر خدا فروشی کی نہیں۔ جہانبانی اور جہانگیری ہے مگر ظلم واستبداد نہیں۔ حصول منفعت کا حق ہے مگر حق تلفی اور خودغرضی کا نہیں۔ دشمن سے مقابلہ ہے مگر عیاری نہیں۔ دنیا ہے مگر دین سے بغاوت نہیں۔ ربانیت ہے مگر رہبانیت نہیں۔ علم ومعرفت ہے مگر جمود وتعصب نہیں۔ نعمتوں اور لذتوں سے لطف اندوزی ہے مگر اباحیت اور انارکی نہیں۔ عیسائیت تو اس وقت دم توڑ چکی تھی۔ جب کہ خدا نے انسانی ہدایت کے لئے آخری روشنی بھیجی۔ قرون وسطی کا غیر متمدن اور بیسویں صدی کا ترقی یافتہ یورپ تو علم وتحقیق کے نام پر کتب مقدسہ میں الحاق وتحریف اور دشمنِ فطرت خود ساختہ مسیحی اصول کے ذریعہ اس تابوت میں آخری کیل ٹھونک چکا ہے۔ مسیحیت، دین ومذہب اور علم اور معرفت کے ہر معرکہ میں شکست کھا چکی ہے۔ تو مادیت کے میدان میں کیا سنبھل سکے گی؟

عصر حاضر کی انسانیت آج جس خلا کا شکار ہے یہ خلا صرف اور صرف اسلام ہی سے پُر ہوسکتا ہے کہ موجودہ بے چینی، اضطراب، درد وتڑپ پریشانی اور تشنگی کا مداوا صرف اسلام ہی ہے۔

(مولانا سمیع الحق۔ اسلام اور عصر حاضر صفحہ ۳۶)